اساتذہ کے نام بھی گنائے ہیں جو درج ذیل ہیں۔

قاہرہ: سراج الدین بلقینی، حافظ ابن الملقن، حافظ زین الدین عراقی۔ (حافظ ابن حجر نے ان حضرات سے فقہ کی تعلیم بھی پائی تھی) برہان الدین ابناسی، نورالدین ہیثمی، وغیرہ

سریاقوس: (قاہرہ کے اطراف میں چھوٹا سا شہر تھا) صدرالدین ابشیطی

غزہ: احمد بن محمد خلیلی

رملہ: احمد بن محمد الایکی

الخلیل: صالح بن خلیل بن سالم

بیت المقدس: شمس الدین القلقشندی، بدرالدین بن مکی، محمد المنبجی، محمد بن عمر بن موسیٰ

دمشق: بدرالدین بن قوام بالسی، فاطمۃ بنت المنجا تنوخیہ، فاطمہ بنت عبدالہادی، عائشہ بنت عبدالہادی وغیرہ

منیٰ: زین الدین ابوبکر بن الحسین

شذرات میں آپ کے سلسلۂ سفر میں یمن کا بھی ذکر ہے، لیکن وہاں کے کسی شیخ کا نام نہیں لکھا۔

حافظ سخاوی نے لکھا ہے کہ جوان ہونے کے بعد آپ نے حسب ذیل علما سے مندرجہ ذیل علوم کی تحصیل کی تھی۔

شمس الدّین بن القطان: ان کو بھی آپ کے والد وصی کر گئے تھے۔ فقہ، عربیت اور حساب وغیرہ کی تعلیم کے سلسلے میں ایک مدّت تک آپ نے ان کی ملازمت اختیار کی۔ حاوی کا بیشتر حصہ بھی ان ہی سے پڑھا تھا۔

نورالدین ادمی: ان سے بھی مدّت تک فقہ وعربیت کی تحصیل کرتے رہے۔

سراج الدین بلقینی: مدّت تک ان کی خدمت میں رہے اور ان کے فقہ کے اسباق میں حاضر ہوتے رہے، حسب ذیل کتابیں ان کے پاس پڑھیں:

۱۔ الروضۃ فی فروع الشافعیہ از علامہ نووی المتوفی ٦٧٦ھ

۲۔ خود بلقینی نے اس کتاب پر جو حواشی لکھے تھے وہ بھی پڑھے۔

۳۔ مختصر مزنی، اس کی قرأت شمس الدین برماوی کرتے تھے اور یہ سنتے تھے۔ درس وافتا کی

اجازت بھی سب سے پہلے حافظ صاحب کو ان ہی نے دی تھی۔

برہان الدین ابناسی: ان سے فقہ کی تعلیم حاصل کی اور منہاج وغیرہ کو خوب بحث سے پڑھا۔ چوں کہ موصوف کو آپ کے والد بزرگ وار سے خصوصی تعلق تھا، اس لیے بڑے عرصے تک ان کی خدمت میں حاضر رہے۔

سراج الدین ابن الملقن: انہوں نے منہاج پر جو شرح لکھی اس کا اکثر حصہ ان ہی سے پڑھا۔

عزالدین بن جماعہ: جن علوم کا یہ درس دیتے تھے ایک زمانے تک ان کی تحصیل کے سلسلے میں ان کی خدمت میں حاضر رہے، اور حسب ذیل کتابیں ان سے پڑھیں:

۱۔ شرح المنہاج الاصلی ۲۔ جمع الجوامع ۳۔ شرح جمع الجوامع ازعزالدین مذکور ۴۔ مختصر ابن الحاجب ۵۔ شرح مختصر ابن الحاجب ازعضد الدین ایجی، (نصف اول) ٦۔ مطول

علمائے مذکورین کے علاوہ ہمام الدین خوارزمی اور قنبر عجمی کے حلقۂ درس میں حاضر رہے۔ اور بدرالدین بن طنبدی، ابن الصاحب شہاب الدین احمد بن عبداللہ بوصیری اور جمال الدین ماردانی، موقت وحاسب سے مختلف علوم وفنون کی تحصیل کی۔ مجدالدین فیروز آبادی صاحب قاموس سے علم لغت حاصل کیا۔ غماری اور محب الدین بن ہشام سے عربیت سیکھی۔ بدرالدین بشتکی سے ادب وعروض وغیرہ کی تعلیم پائی۔ ابوعلی زفتاوی اور نورالدین بدماصی سے کتابت کو سیکھی۔ تنوخی سے فن قرأت اخذ کیا، اور المفلحون تک ان کے پاس سبعہ کی قرأت کی، تجوید اس سے پہلے دیگر حضرات کے پاس سے حاصل کر چکے تھے۔

حافظ سخاوی ان اساتذہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک اپنے علم میں تبحر تھا اور جس فن میں اس کی شہرت تھی اس پایہ کا تھا کہ دوسرا اس کو نہیں پاسکتا تھا۔ چناں چہ تنوخی معرفت قرأت اور اس کی عالی اسناد میں اور عراقی علوم حدیث اور اس کے متعلقات میں اور ہیثمی حفظ متون اور استحضار میں اور بلقینی وسعت حفظ اور کثرت اطلاع میں اور ابن الملقن کثرت تصانیف میں اور مجد فیروز آبادی حفظ لغت اور اس کی معلومات میں، اور غماری علم عربیت اور اس کے متعلقات میں، اور اسی طرح محب الدین بن ہشام کہ وہ بھی کثرت ذکاوت کے باعث اس فن پر بڑی قدرت رکھتے تھے، ہاں غماری حفظ میں بڑھے ہوئے تھے اور عزالدین بن جماعہ بہت سے علوم

میں تفنن کی بنا پر (کیوں کہ وہ کہا کرتے تھے کہ میں پندرہ علوم ایسے پڑھاتا ہوں کہ علمائے زمانہ ان کے نام تک سے واقف نہیں) ایسے ہی تھے۔

حافظ صاحب نے سارے فنون نہایت محنت سے پڑھے تھے اور ان میں وہ کمال بہم پہنچایا تھا کہ باید وشاید۔ سخاوی لکھتے ہیں:

وجد فی الفنون حتی بلغ الغایة

آپ نے فنون میں پوری کوشش کی اور نہایت اعلیٰ درجے پر پہنچے۔

پھر حق تعالیٰ شانہ نے آپ کے دل میں علم حدیث کی محبت ڈالی اور آپ بالکلیہ اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ یوں تو بہ قول سخاوی آپ نے ۷۹۳ھ ہی میں طلب حدیث شروع کر دی تھی، لیکن پوری توجہ اس کی طرف آپ نے ۷۹۶ھ میں کی، اور اس کثرت سے اس فن کی کتابوں کا سماع کیا اور اتنے کثیر مشائخ سے اس علم کو اخذ کیا کہ ان کا شمار مشکل ہے۔ ابن فہد لکھتے ہیں:

ومسموعاته ومشائخه کثیرة جدا لاتوصف ولا تدخل تحت الحصر

ان کی مسموعات اور ان کے مشائخ کی تعداد بہت ہی زیادہ ہے جو بیان سے باہر ہے اور شمار میں نہیں آسکتی۔

سخاوی کا بیان ہے:

واکثر جداً من المسوع والشیوخ فسمع العالی والانازل واخذ عن الشیوخ والاقران فمن دونهم

انھوں نے مسموع اور شیوخ کی بہت ہی کثرت کی، چناں چہ عالی بھی سنا اور نازل بھی، اساتذہ سے بھی اخذ کیا اور معاصرین سے بھی بل کہ ان سے نیچے کے طبقے سے بھی۔

ان ہی معاصرین میں سے ایک قابل ذکر ہستی شیخ الاسلام حافظ بدرالدین محمود عینی شارح بخاری المتوفی ۸۵۵ھ کی ہے کہ جو حافظ ابن حجر سے عمر میں بارہ سال بڑے تھے اور آپ کی وفات کے تین سال بعد تک زندہ رہے۔ حافظ عینی میں اور آپ میں معاصرانہ چشمک بھی تھی لیکن اس کے باوجود ابن حجر نے آپ سے بہت کچھ اخذ فیض کیا ہے۔ صحیح مسلم کی دو حدیثیں اور مسند احمد کی ایک حدیث آپ سے سنی ہے اور اپنی تصنیف البلدانیات میں حافظ عینی سے ان حدیثوں کی روایت بھی کی ہے۔ حافظ ابن حجر نے المجمع الموسس للمعجم المفہرس کے طبقۂ ثالثہ میں اپنے اساتذہ کے ضمن

میں حافظ عینی کا مختصر سا تذکرہ بھی لکھا ہے۔

بلاشبہ حافظ صاحب نے علم حدیث میں بے شمار اساتذہ سے کسب فیض کیا تھا۔ لیکن خصوصی طور پر جس نے اس فن میں ان کی تربیت کی وہ حافظ زین الدین عراقی ہیں (جن کو اس فن کا ملکہ حافظ ابن الترکمانی حنفی مصنّف الجوہر النقی کی زیر تربیت حاصل ہوا تھا)۔ سخاوی لکھتے ہیں:

فعکف علی الزین العراقی وتخرج به وانتفع بملازمته

پھر آپ زین الدین عراقی کی آستانہ پر فروکش ہوئے، ان سے ہی اس فن کی تربیت پائی اور ان ہی کی خدمت سے فائدہ اٹھایا۔

حافظ عراقی سے آپ نے اس فن کی (حسب تصریح سخاوی **والکثیر من الکتب الکبار والاجزاء الصغار**) چھوٹی بڑی بہت سی کتابیں پڑھیں، اور خود ان کی تصانیف میں سے بھی حسب ذیل کتابیں خود سمجھ کر اور نہایت تحقیق کے ساتھ ان سے پڑھی تھیں:

۱۔ الفیہ، ۲۔ شرح الفیہ، ۳۔ نکت علی ابن الصلاح۔ اس کے علاوہ ان کی امالی کا بھی ایک بہت بڑا حصہ ان سے حاصل کیا تھا، بعض امالی میں ان کے مستملی بھی ہوتے تھے۔ حافظ عراقی ہی نے سب سے پہلے آپ کو حدیث پڑھانے کی اجازت دی تھی۔

حافظہ اور ذکاوت

حافظ ابن رحمہ اللہ کی قوت حافظہ اور ذکاوت خداداد تھی۔ ابن فہد نے لکھا ہے کہ آپ نے پوری سورہ مریم ایک دن میں یاد کی تھی۔ حاوی صغیر کا پورا صفحہ دو دفعہ کے پڑھنے سے یاد ہو جاتا تھا۔ پہلی دفعہ استاد سے صحیح کر کے پڑھتے دوبارہ خود پڑھتے اور تیسری دفعہ زبانی سنا دیتے۔ ذکاوت ایام طالب علمی ہی میں عیاں تھی۔ حافظ ابن فہد لکھتے ہیں:

وکان احسن اللہ تعالٰی الیه فی حال طلبه مفید افی ذی مستفید

اللہ ان کا بھلا کرے کہ یہ عہد طالب علمی ہی میں مفید بہ صورت مستفید تھے۔

علم وفضل

حافظ صاحب کو مختلف علوم وفنون میں کمال حاصل تھا۔ سب سے پہلے ادب و تاریخ پر توجہ کی

تھی۔اس کے بارے میں ابن فہد کی شہادت ہے:

ففاق فی فنونهما

ادب اور تاریخ دونوں کے فنون میں آپ فائق تھے۔

فقہ اور عربیت کے متعلق ابن العماد کے الفاظ ہیں ،آپ فقہ اور عربیت میں ممتاز تھے۔

شعروسخن کا فطری ذوق تھا۔بچپن سے شاعری خمیر میں پڑی تھی، بڑے عمدہ شعر کہتے تھے۔ابن العماد کا بیان ہے:

وتولع بالنظم وقال الشعر الكثير المليح الى الغاية

شاعری کے دل دادہ تھے، بہت شعر کہے، جو انتہادرجے کے نمکین تھے۔

ابن العماد نے آپ کے اوصاف کمال میں خصوصیت کے ساتھ یہ الفاظ لکھے ہیں کہ راویة الشعر یعنی شعر بہت روایت کرتے تھے۔ابن فہد آپ کی شاعری کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وقال الشعر الحسن الذی هو ارق من النسيم وطارح الادباء

آپ نے ایسے عمدہ شعر کہے کہ جو نسیم سحر سے بھی زیادہ دلآویز ہیں،اور ادیبوں سے دنگل رہا۔

نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔ابن فہد نے آپ کے قصیدے کا ایک مطلع نقل کیا ہے:

مازلت فی سفن الهوی تجری بی
لا نافعی عقلی ولا تجریبی

میں محبت کے سفینوں میں برابر بہتا ہی رہا، نہ میری عقل نے مجھے کچھ کام دیا نہ تجربے نے۔

ابن العماد نے آپ کے دیوان سے یہ دو شعر نقل کیے ہیں:

احببت وقّاداً کنجمٍ طالع
انزلته برضا الغرام فوادی

میں نے اس سے محبت کی ہے جو نکلنے والے تارے کی طرح دمکتا ہے اور فرط شوق میں چاہت سے اس کو اپنے دل میں اتارا ہے۔

وانا الشهاب فلا تعاند عاذلی
ان ملت نحوا لكوكب الوقاد

اور میں شہاب (۳) ہوں، اس لیے اگر کوکب درخشاں پر مائل ہو گیا تو اس بات سے میرے ناصح کو عناد نہ ہونا چاہیے۔

اور حدیث میں تو حافظ صاحب کا جو پایہ ہے محتاج بیان نہیں، حافظ سیوطی لکھتے ہیں:

وبرع فی الحديث وتقدم فی جميع فنونه

حدیث میں ممتاز ہوئے اور اس کے سارے فنون میں مقدم رہے۔

اس میں شک نہیں کہ علم حدیث، حافظ صاحب کا خاص فن تھا، اور انھوں نے اپنی زندگی کا بہت بڑا حصہ اسی مبارک مشغلے کی نذر کیا تھا، جس کی بہ دولت آج بھی وہ حافظ حدیث کے لقب سے یاد کیے جاتے ہیں۔ تاہم یہ ایک حقیقت ہے کہ وہ پہلے شاعر ہیں بعد کو محدّث، اور تیسرے نمبر پر فقیہ۔ علامہ ابن العماد نے آپ کے بارے میں یہ نقل کیا ہے:

كان شاعر اطبعا محدثا صناعة فقيها تكلفا

آپ طبعاً شاعر تھے۔ فن کے اعتبار سے محدث اور فقیہ بہ تکلف۔

وجہ ظاہر ہے کہ شعر کا سلیقہ فطری تھا، حدیث کو بہ حیثیت فن حاصل کیا تھا اور فقہ میں محنت کرنی پڑتی تھی۔

اجل علما کا اعتراف

حافظ سخاوی، الضوء اللامع میں لکھتے ہیں کہ آپ کے حفظ، ثقاہت، امانت، معرفت نامہ، خوبی ذہن، فرط ذکا اور مختلف فنون میں وسعت نظر کی شہادت قدما نے دی ہے۔ آپ کے استاد عراقی نے اپنے تمام تلامذہ میں آپ کو حدیث کا سب سے بڑا عالم فرمایا تھا۔ تقی الدین فاسی اور برہان الدین حلبی دونوں کی متفقہ شہادت ہے:

ما رأينا مثله

ہم نے ان جیسا نہیں دیکھا۔

ایک بار فاضل تغری برمش فقیہہ نے خود آپ سے دریافت کیا تھا:

ارأیت مثل نفسک

آپ نے بھی اپنا مثل کبھی دیکھا؟

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فلاتزکوا انفسکم

اپنی بڑائی مت جتاؤ۔

حافظ ابن فہد نے لحظ الحاظ میں آپ کا تذکرہ ان شاندار الفاظ میں شروع کیا ہے:

ابن حجر عسقلانی المصری الشافعی الامام العلامۃ الحافظ فریدالوقت مفخرالزمان بقیۃ الحفاظ علم الائمۃ الاعلام عمدۃ المحققین خاتمۃ الحفاظ لمبرزین والقضاۃ المشھورین ابوالفضل شھاب الدین

اور حافظ سیوطی نے ذیل تذکرۃ الحفاظ میں اس طرح ابتدا کی ہے:

ابن حجر شیخ الاسلام وامام الحفاظ فی زمانہ وحافظ الدیار المصریۃ بل حافظ الدنیا مطلقا قاضی القضاۃ

اور مؤرخ ابن العماد کے یہ الفاظ ہیں:

شیخ الاسلام علم العلام امیر المؤمنین فی الحدیث حافظ العصر

زودخوانی وزودنویسی

حافظ صاحب کو تیز پڑھنے کی اس درجے مشق تھی کہ حیرت ہوتی ہے، ایک دفعہ صحیح بخاری کو دس نشستوں میں (جو صرف ظہر سے عصر تک ہوتی تھیں) ختم کرڈالا۔ اسی طرح صحیح مسلم کو ڈھائی دن میں پانچ نشستوں میں تمام کیا۔ امام نسائی کی سنن کبریٰ کو بھی دس ہی نشستوں میں ختم کیا۔ ہر نشست چار ساعت کی ہوتی تھی۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ ایک دفعہ اپنے شام کے سفر میں طبرانی کی المعجم الصغیر (جس میں ڈیڑھ ہزار کے قریب حدیثیں مع اسناد کے مروی ہیں) کو صرف ایک مجلس میں مابین ظہر وعصر سنادیا۔ دمشق میں ان کا دوماہ دس دن قیام رہا تھا، اس اثنا میں اپنے ضروری مشاغل میں مصروفیت اور علمی فوائد نقل کرنے کے علاوہ سوجلدوں کے قریب کتب احادیث کی اہل

شام کے لیے قرأت کی تھی۔

اس میں شک نہیں کہ اس قدر تیز پڑھنا جہاں قابل تعریف ہے، وہاں اس میں ایک بڑی خامی یہ ہے کہ اس تیزی میں پورے طور پر ضبط الفاظ مشکل ہوتا ہے اور اکثر گڑبڑ ہو جاتی ہے۔ حافظ ابن حجر کی تصانیف میں جو اوہام ہیں غالباً اس کا سبب یہی ان کی زود خوانی ہے۔ چناں چہ سخاوی نے اپنی تصنیفات مین ان کی بہت سی غلطیاں بیان کی ہیں۔ اسی طرح سبط ابن حجر نے **النجوم الزاهرة فی قضاة القاهرہ** میں اپنے جد کی مشہور تصنیف **رفع الاصرعن قضاة مصر** پر خوب تنقید کی ہے اور جا بہ جا اس کی اغلاط کو واضح کیا ہے۔ بل کہ حافظ صاحب کے نام ور شاگرد محدث برہان الدین بقاعی نے تو عنوانُ الزمان میں آپ کے متعلق یہاں تک لکھ دیا ہے:

انه یغلط ویلج فی غلطه

غلطی کرتے ہیں اور پھر اس پر مُصر بھی رہتے ہیں۔

حافظ صاحب جس طرح زود خواں تھے، اسی طرح زود نویس بھی تھے مگر بدخط تھے، اور اس پر طرّہ یہ کہ شیوہ خط یک ساں نہ تھا، جس کی وجہ سے ان کے خط کا پہچاننا اور پڑھنا سخت دشوار تھا اور پھر مبیضے تک میں اتنی کانٹ چھانٹ چلتی تھی کہ مسودہ بن کے رہ جاتا تھا۔ حافظ صاحب کے خط کا عکس علامہ راغب طباخ حلبی نے اپنے مطبع علمیہ میں مقدمہ ابن الصلاح مع التقیید والایضاح للعراقی کا جو نسخہ طبع کیا ہے، اس کے شروع میں دے دیا ہے۔

عہدۂ قضا

ابتدا میں الملک المؤید نے مملکت شام کا عہدہ قضا آپ کو پیش کیا اور بارہا اس کے قبول کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ لیکن آپ نے باصرار تمام اس پیش کش کو رد کر دیا۔ مگر محرم ۸۲۷ھ میں الملک الاشرف برسبائی نے جب قاہرہ اور اس کے مضافات کا منصب قضا آپ کو تفویض کیا، تو آپ نے پوری ذمے داری اور دیانت کے ساتھ اس منصب کو نبھایا، قاہرہ میں آپ کی مدت قضا حسب تصریح سخاوی اکیس سال ہے۔ مگر اس درمیان میں اس کثرت سے آپ کا عزل ونصب ہوتا رہا کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ بعد کو خود حافظ صاحب کو بھی، جیسا کہ سخاوی نے لکھا ہے اس عہدۂ قضا کے قبول کرنے پر سخت ندامت اور پشیمانی تھی۔

درس وافتا

حافظ صاحب کی زندگی کا بیشتر حصہ علم دین خصوصاً حدیث شریف کی خدمت، اس کی نشر واشاعت، درس و تدریس اور تصنیف وافتا میں بسر ہوا۔ قاہرہ کے بڑے بڑے مدارس میں مدت تک آپ نے تفسیر حدیث اور فقہ کی تعلیم دی ہے۔ چناں چہ حسینیہ اور منصوریہ میں تفسیر پڑھائی۔ بیبرسیہ، جمالیہ، حسینیہ، زینبیہ، شیخونیہ، جامع طولون اور قبہ منصوریہ میں حدیث کا درس دیا۔ خروبیہ، بدریہ، شریفیہ فخریہ، صالحیہ نجمیہ، صلاحیہ اور مویدیہ میں فقہ کی تعلیم دی۔ بیبرسیہ کے پرنسپل اور شیخ بھی رہے۔ دارالعدل میں افتا کا کام آپ کے سپرد تھا۔ جامع ازہر اور اس کے بعد جامع عمرو بن العاص میں خطیب رہے۔ محمودیہ میں خازن کتب بھی تھے۔ ان تمام مصروفیتوں کے باوجود ایک ہزار سے زیادہ مجالس میں اپنے حفظ سے امالی (لکچرز) بھی لکھوائے۔

صبیح تھے، قد میانہ سے کم تھا، سر بڑا تھا، سپید ریش اور نحیف الجسم تھے۔ گفتار نہایت فصیح اور آواز میں درد تھا۔

حلیہ، اخلاق وعادات

پاکیزہ اخلاق، شیریں گفتار، متواضع اور حلیم تھے، دوستوں سے مدارات اور حسن سلوک سے پیش آتے تھے۔ کھانے، پینے اور پہننے میں پوری طرح احتیاط برتتے تھے، کثرت سے روزے رکھتے اور خوب عبادت کرتے تھے، تہجد کا بھی اہتمام تھا۔

آپ کا قلم حجاج کی تلوار تھا

یہ عجیب بات ہے کہ حافظ صاحب کی گفتار میں جس درجے شیرینی تھی اسی قدر آپ کا قلم زہر فشاں تھا۔ چناں چہ ملّا کاتب چلپی، کشف الظنون میں الجواہر والدرر فی ترجمہ شیخ الاسلام ابن حجر پر تبصرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

> كان قلم ابن حجر سيأً في مثالب الناس ولسانه حسنا وليته عكس ليبقي الحسن
>
> ابن حجر کا قلم لوگوں کے معائب بیان کرنے میں خراب تھا اور زبان اچھی تھی۔ کاش

معاملہ الٹا ہوتا کہ اچھی چیز باقی رہتی۔

چوں کہ بچپن سے شعروشاعری کا مشغلہ تھا، اس لیے مدح وہجو میں شاعروں کی سی بے اعتدالی، بات بات پر خوردہ گیری اور نکتہ چینی، افتادِ طبیعت میں داخل تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جب وہ اپنے معاصرین یا مشائخ میں سے کسی کا تذکرہ لکھنے کے لیے ہاتھ میں قلم اٹھاتے ہیں تو ان کے اکرام کا لحاظ کیے بغیر جو جی چاہتا ہے لکھتے چلے جاتے ہیں۔ چناں چہ محدث برہان الدین بقاعی نے عنوان الزمان بتراجم الشیوخ والدعیان میں اپنے استاد کے اس طرز عمل کا حسب ذیل الفاظ میں نہایت سخت شکوہ کیا ہے۔

ان فیہ من سئی الخصال انہ لایعامل احداً بما یستحقہ من الا کرام فی نفس الامر

ان میں ایک بری عادت یہ ہے کہ وہ کسی کے ساتھ اس اکرام کا معاملہ نہیں کرتے جس کا وہ حقیقت میں مستحق ہوتا ہے۔

خصوصاً حنفی علما کے تراجم میں تو ان کا قلم سفا کی میں حجاج کی تلوار سے کم نہیں ہوتا۔ مشاہیر ائمہ احناف میں سے (باستثنا امام ابوحنیفہ) شاید ہی کوئی بچا ہو جو آپ کی سنان قلم سے گھائل نہ ہوا ہو ذرا لسان المیزان جو فن رجال میں حافظ صاحب کی مشہور تصنیف ہے، ہاتھ میں اٹھا لیجیے اور امام ابو یوسف، امام زفر، امام محمد، امام حسن بن زیاد اور امام طحاوی وغیرہ کا تذکرہ دیکھیے کہ ان جیسے ائمہ کے بارے میں بھی انھوں نے کیا کمی اٹھا رکھی ہے، حافظ عصر مولانا محمد انور شاہ کشمیری نے آپ کے بارے میں بالکل صحیح فرمایا ہے:

بقی الحافظ ابن حجر وھوضر الحنفیة بما استطاعة حتی انہ جمع مثالب الطحاوی والطعون فیہ مع ان ابا جعفر امام عظیم لم یبلغ الی احد من ائمة الحدیث خیرہ الاحضر عندہ بمصر وجلس فی حلقة اصحابہ وتلمذ علیہ (۴)

باقی رہے حافظ ابن حجر تو ان سے جہاں تک بن سکا حنفیہ کو ضرر ہی پہنچایا، حتیٰ کہ انھوں نے امام طحاوی کے بھی مثالب ومطاعن جمع کر دیے، حال آں کہ امام ابوجعفر طحاوی بہت بڑے امام ہیں، جن کی یہ شان تھی کہ ائمہ حدیث میں سے جس کو بھی ان

کی خبر ملی، ان کی خدمت میں مصر حاضر ہوا اور ان کے حلقہ تلامذہ میں بیٹھ کر ان کے سامنے زانوئے قلمذ طے کیا۔

حافظ صاحب کی دوسری کتاب الدرر الکامنہ فی اعیان القرن الثامنہ ہے۔ جس میں آپ نے آٹھویں صدی کے علما کا تذکرہ لکھا ہے۔ یہ کتاب اب چھپ گئی ہے۔ حافظ صاحب کا جب انتقال ہوا تو یہ کتاب مسودے کی صورت میں تھی۔ حافظ سخاوی نے اس کی تبیض کی تو باوجود کہ سخاوی حافظ صاحب کے مایہ ناز شاگرد ہیں اور ساتھ ہی استاد کے حد درجے عقیدت کیش بھی، تاہم ان کو بھی اپنے استاد کے اس طرز عمل پر جابجا تنبیہ کرنی پڑی۔ چناں چہ شیخ حسین بن علی بن الحجاج العنفاقی الحنفی کے تذکرے میں لکھتے ہیں:

اهمله شيخنا على عادته في الحنفية مع تقدمه في العلم (۵)

ہمارے شیخ نے جیسا کہ ان کی حنفیہ کے بارے میں عام عادت ہے باوجود ان کے تقدم علمی کے ان کا تذکرہ ہی مہمل رکھا۔

اسی طرح علامہ جمال الدین عبداللہ بن محمد بن احمد حسینی نیشا پوری حنفی کے تذکرے میں حافظ صاحب کی انباء الغمر سے ان کے کچھ حالات نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

ثم نكت عليه على عادته في تغليب التنكيت على الحنفية فقال كان يتشيع (۶)

پھر ہمارے شیخ نے اپنی اسی عادت کے مطابق کہ وہ اکثر حنفیہ پر نکتہ چینی کیا کرتے ہیں، ان پر بھی نکتہ چینی کی اور کہہ دیا کہ ان میں تشیع تھا۔

اور قاضی القضاۃ علامہ محب الدین محمد بن الشحنہ اپنی کتاب شرح ہدایہ کے مقدمے میں حافظ صاحب کے متعلق لکھتے ہیں:

وكان كثير التبكيت في تاريخه على مشائخه واحبابه واصحابه لاسيما الحنفية فانه يظهر من زلاتهم ونقائصهم التي لايعرى عنها غالب الناس مايقدر عليه ويغفل ذكر محاسنهم وفضائلهم الا ماالجأته الضرورة اليه فهو سالك في حقهم ماسلكه الذهبي في حقهم وحق الشافعية حتى قال السبكي انه لا ينبغي ان يؤخذمن كلامه ترجمة

شافعی ولاحنفی، وکذالا ینبغی ان یؤخذ من کلام ابن حجر ترجمة حنفی متقدم ولا متاخر

ابن حجر اپنی تاریخ میں اپنے مشائخ، احباب واصحاب پر بہت سخت گیر ہیں۔ خصوصاً حنفیہ کے بارے میں تو ان کا طرزِ عمل یہ ہے کہ جہاں تک ہوسکتا ہے ان کی ان لغزشوں اور کمزوریوں کو کہ جن سے عام طور پر لوگ خالی نہیں ہوتے، ظاہر کرتے رہتے ہیں، اور جب تک کسی ضرورت سے مجبور نہ ہوں، ان کے محاسن اور فضائل کے ذکر سے غفلت برتتے ہیں، حنفیہ کے بارے میں ان کا سلوک وہی ہے جو حنفیہ اور شافعیہ کے بارے میں ذہبی کا ہے یہاں تک کہ سبکی کو کہنا پڑا کہ کسی شافعی اور حنفی کا تذکرہ ذہبی کے کلام سے نہیں لینا چاہیے، پس اسی طرح ابن حجر کے کلام سے بھی کسی حنفی کا تذکرہ نہیں لینا چاہیے، خواہ وہ متقدمین میں سے ہو یا متاخرین میں سے۔

یہ بھی واضح رہے کہ پہلے حافظ صاحب کو حنفی مذہب سے اس کے اصول وفروع کے مطابق ہونے کی وجہ سے اس درجہ عقیدت تھی کہ اپنے حنفی ہونے کی تمنا کیا کرتے تھے۔ لیکن بعد کو ایک خواب کے دیکھ لینے سے یہ ساری عقیدت مخالفت میں تبدیل ہوکر رہ گئی۔ یہ سارا قصہ خود حافظ صاحب ہی کی زبان سے سننے کے لائق ہے جس کو انھوں نے اپنی مشہور کتاب المجمع المؤسس للمعجم الفہرس میں ابن البرہان کے تذکرہ میں تفصیل سے حوالۂ قلم کیا ہے، فرماتے ہیں:

میں نے ابن البرہان کو ان کے مرنے کے بعد خواب میں دیکھا، پوچھا تم تو مر چکے؟ کہنے لگے ہاں۔ میں نے دریافت کیا، حق تعالی کے ساتھ تمہارا کیا معاملہ رہا؟ اس پر ان کی حالت متغیر ہوگئی اور مجھے خیال ہوا کہ یہ چل بسے بعد کو جب انھیں افاقہ ہوا تو کہنے لگے، اب تو ہم بہ خیریت ہیں۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم پر عتاب فرماتے ہیں۔ میں نے پوچھا کس لیے؟ کہنے لگے اس لیے کہ تم حنفیہ کی طرف مائل ہو۔

بیدار ہوا تو سخت متعجب تھا، کیوں کہ میں بہت سے حنفیہ سے کہہ چکا تھا کہ انی لاود لو کنت علی مذھبکم ''بلاشبہ میری یہ خواہش ہے کہ کاش میں تمہارے مذہب پر ہوتا''۔ اور جب انھوں نے دریافت کیا کہ یہ کیوں؟ تو میں نے ان سے کہا تھا لکون الفروع مبنیة علی الاصول ''اس لیے کہ اس مذہب کے فروع

اصول پر مبنی ہیں' اب میں نے اپنی اس حرکت پر اللہ سے استغفار کیا۔

یہ ابن البرہان مشہور ظاہری ہیں۔ پہلے شافعی تھے، پھر سعید نحوی کی صحبت سے ظاہری مذہب کی طرف مائل ہوئے، اور ابن حزم کے مسلک کو اختیار کیا۔ بعد کو ابن تیمیہ کی کتابیں نظر سے گزریں، تو ان کے ایسے معتقد ہوئے کہ کسی کو ان سے بڑھ کر عالم نہیں مانتے تھے۔ طبیعت میں حوصلہ موجود تھا، سلطنت کا خواب دیکھنے لگے۔ لیکن چوں کہ صاحب منصب و مال نہ تھے، کنبہ قبیلہ بھی موجود نہ تھا، مجبور تھے۔ آخر اسی مقصد کے لیے ممالک اسلامیہ کا دورہ کیا اور شام و خراسان کے بہت سے لوگ ان کے دام فریب میں آ گئے، مگر جلد ہی حمص میں مع اپنی جماعت کے گرفتار کر لیے گئے اور پھر پابہ زنجیر ان کو مصر لایا گیا اور الملک الظاہر برقوق نے ان کو اپنے سامنے کھڑا کر کے بہت ڈانٹا اور ان کے سب ساتھیوں کو کوڑوں سے پٹوایا، پھر انہیں مدت دراز کے لیے قید خانے میں ڈال دیا بعد کو ۷۹۱ھ میں رہا ہوئے اور پھر کبھی سر نہ اٹھایا۔ آخر ۸۰۸ھ میں اسی حالت خمول میں انتقال کیا۔ تاریخ میں ان کا یہ فتنہ فتنہ ابن البرہان ظاہری کے عنوان سے مشہور ہے۔

تعجب ہوتا ہے کہ حافظ صاحب نے بایں ہمہ علم و فضل و وسعت نظر محض ابن البرہان جیسے شخص کو خواب میں دیکھ لینے اور اس کے ایک بات کہہ دینے سے مسائل علمیہ میں قطعی فیصلہ کس طرح کر لیا فسبحان قاسم العقول۔

وفات

ذی قعدہ ۸۵۲ھ میں مرض اسہال لاحق ہوا، خون بھی تھوکتے جاتے تھے، بیماری کا سلسلہ ایک ماہ سے زائد ممتد رہا، آخر ذی الحجہ کی اٹھائیسویں تاریخ کو سنیچر کی رات میں نماز عشا کے بعد اس دار فانی سے عالم جاودانی کو رحلت کی۔ انتقال اپنے گھر ہی میں ہوا، جو مدرسہ منکوتمریہ کے قریب اندرون باب القنطرہ واقع تھا۔ (٧) سنیچر کے دن نماز ظہر سے ذرا پہلے قاہرہ کے باہر رملیہ کے مصلی المؤمنین میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ (٨) جنازے میں بڑا ہجوم تھا۔ خلیفہ وقت المستکفی باللہ عباسی اور الملک الظاہر سلطان چقمق مع اراکین و عمائد سلطنت حاضر تھے۔ امراو اکابرین کا یہ حال تھا کہ کاندھے دینے کے لیے جنازے پر ٹوٹ پڑتے تھے۔ آخر کار سلطان نے خلیفہ کو آگے کیا اور امیر المؤمنین نے آپ کی نماز جنازہ ادا کی۔ ابن طولون کا بیان ہے کہ شیخ علم

الدین بلقینی نے خلیفہ کی اجازت سے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی تھی۔اس کے بعد آپ کی نعش کو اٹھا کر قرافہ صغریٰ میں لائے اور جامع ویلمی کے بالمقابل بنوالخروبی کے قبرستان میں اس علم کے شہاب ثاقب کو سپرد خاک کیا گیا۔رحمہ اللہ تعالیٰ رحمة واسعة وغفر له مغفرة جامعة

وفات سے چندروز پہلے قاضی القضاۃ سعدالدین بن الدیری حنفی عیادت کے لیے تشریف لائے، حافظ صاحب کی مزاج پرسی کی، تو آپ نے جواب میں امام ابوالقاسم زمخشری حنفی کے قصیدے کے یہ چار شعر آپ کوسنائے۔

قرب الرّحيل الى ديار الاخرة
فاجعل الٰهى خير عمرى اخره

دیار آخرت کا سفر قریب ہے، سوائے میرے اللہ! میری عمر کا آخری وقت سب سے اچھا کردے۔

وارحم مبيتى فى القبور ووح دنى
وارحم عظامى حين تبقى ناخره

قبرستان میں میری فرودگاہ شب پر رحم کر، میری تنہائی پر رحم کر، میری ہڈیوں پر رحم کر، جب کہ وہ بوسیدگی سے ریزہ ریزہ ہوکر باقی رہ جائیں گی۔

فانا المسيكين الذى ايامه
ولّت باوزار غدت متواتره

سو میں وہ بیچارہ مسکین ہوں کہ جس کے ایام زندگی متواتر گناہوں ہی میں کٹتے چلے گئے۔

فلئن رحمت فانت اكرم راحم
فبحارجودك يا الٰهى زاخره

اب اگر تو نے رحم فرمایا تو تو ہر رحم کرنے والے سے کریم تر ہے۔اور تیری بخشش کے سمندر تو اے میرے اللہ امنڈتے ہی رہتے ہیں۔

آپ کی وفات پر بڑے بڑے ادبا وفضلا نے نہایت دردناک مرثیے لکھے ہیں۔مشہور ادیب شہاب الدین ابوالطیب احمد بن محمد معروف بہ حجازی انصاری نے بھی آپ کا بڑا لمبا مرثیہ لکھا ہے، جس میں اشعار بالا کی بھی تضمین کردی ہے۔اس کا مطلع یہ ہے:

كل البرية للمنية صائرة
وقفولها شيئاً فشيئاً سائره

یہ پورا مرثیہ حافظ ابن فہد نے اپنی کتاب لحظ الحاظ میں نقل کر دیا ہے۔

تصانیف

آپ کی تصانیف کی تعداد ڈیڑھ سو سے متجاوز ہے۔ یہ اگر چہ بیشتر حدیث رجال اور تاریخ سے متعلق ہیں، لیکن ان میں بہت سی تصانیف ایسی بھی ہیں کہ ان میں ادب، فقہ، اصول اور کلام کے مباحث بھی آ گئے ہیں۔

یہ بات بھی غور طلب ہے کہ آپ نے اپنی حدیث اور رجال کی کتابوں میں حنفی حفاظ حدیث بالخصوص حافظ مغلطائی حنفی اور حافظ جمال الدین زیلعی حنفی کی تصانیف سے بہت زیادہ استفادہ کیا ہے اور غنیمت ہے کہ اس کا حافظ صاحب کو خود بھی اعتراف ہے۔(۹) بل کہ الدرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ اور الکاف الشاف فی تخریج احادیث الکشاف تو تمام تر امام زیلعی کی تخریج ہدایہ اور تخریج کشاف ہی کی تلخیص ہیں۔

حافظ صاحب کی تصانیف کے بارے میں بہ جائے اس کے کہ کسی دوسرے شخص سے اس بارے میں کچھ نقل کیا جائے خود ان کی ہی رائے پیش کرنا مناسب ہے۔

حافظ سخاوی کا بیان ہے:

سمعته يقول لست راضيا عن شئى من تصانيفى لانى عملتها فى ابتداء الامر ثم لم يتهيألى من تحريرها سوى شرح البخارى ومقدمته والمشتبه والتهذيب ولسان الميزان، بل رأيته فى مواضع اثنى على شرح البخارى والتعليق والنخبة، ثم قال واما سائر المجموعات فهى كثيرة العدد واهية العدد ضعيفة القوى ظامية الروى

میں نے ان کو فرماتے ہوئے سنا کہ، میں اپنی تصانیف میں بہ جز شرح بخاری، مقدمہ شرح بخاری، مشتبہ النسبہ، تہذیب التہذیب اور لسان المیزان، کے اور کسی چیز سے خوش نہیں، کیوں کہ میں نے ان کو ابتدائی حالات میں مرتب کیا تھا، اور پھر ان کو

لکھنے کا موقع نہیں ملا۔ بل کہ میں نے حافظ صاحب کو دیکھا کہ آپ نے متعدد مقامات پر شرح بخاری، تعلیق التعلیق اور نخبۃ الفکر کی تعریف کی ہے، پھر حافظ صاحب نے فرمایا کہ، باقی سب مجموعے گننے میں تو زیادہ ہیں مگر مواد کے اعتبار سے بے کار، قوتوں کے لحاظ سے کم زور اور سیراب کو تشنہ کر دینے والے ہیں۔

حافظ صاحب یہ سب کتابیں بہ جز المشتبہ اور تعلیق کے زیور طبع سے آراستہ ہو کر شائع ہو چکی ہیں۔ تصانیف مذکورہ کے علاوہ بلوغ المرام من ادلۃ الاحکام بھی حافظ صاحب کی تصانیف میں نہایت مقبول ومتداول کتاب ہے، جس پر حسب ذیل شرحیں لکھی جا چکی ہیں:

۱۔ البدر التمام شرح بلوغ المرام۔ قاضی شرف الدین حسین بن محمد مغربی صنعانی، یہ نہایت مبسوط شرح ہے۔ علامہ امیر یمانی کی شرح اسی کی تلخیص ہے۔

۲۔ سبل السلام شرح بلوغ المرام۔ علامہ سید محمد بن اسماعیل امیر یمانی، م ۱۱۸۲ھ یہ شرح مصر میں متعدد بار طبع ہو چکی ہے۔

۳۔ شرح بلوغ المرام۔ خاتمۃ الحفاظ علامہ محمد عابد سندھی، حنفی، م ۱۲۵۷ھ یہ شرح تمام نہ ہو سکی۔

۴۔ مسک الختام شرح بلوغ المرام۔ نواب صدیق حسن خاں، م ۱۳۰۷ھ۔ یہ فارسی زبان میں ہے۔ اس میں حافظ صاحب کی تلخیص الحبیر اور سبل السلام کے مضامین کو اختصار کے ساتھ جمع کر دیا ہے۔ مکرر طبع ہو چکی ہے۔

۵۔ فتح العلام بشرح بلوغ المرام۔ مولوی نور الحسن بن نواب صدیق حسن خاں۔ یہ کتاب تمام تر امیر یمانی کی سبل السلام کا سرقہ ہے۔ چناں چہ مصر میں سبل السلام کے ناشرین نے اس کا سخت شکوہ کیا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کی سوانح پر ان کے شاگرد رشید حافظ شمس الدین سخاوی کے قلم سے ایک بڑی جامع اور مبسوط کتاب نکلی ہے، جس کا نام ہے الجواہر الدرر فی ترجمۃ شیخ الاسلام ابن حجر، یہ کتاب حسب تصریح سخاوی ایک ضخیم جلد یا دو جلدوں کے قریب قریب ہے۔

حوالے

۱۔اس تذکرے کے مرتب کرتے وقت حسب ذیل کتابیں ہمارے پیش نظر تھیں:

الف۔لحظ الالحاظ بذیل تذکرۃ الحفاظ۔حافظ ابوالفضل تقی الدین بن فہد مکی شافعی علوی م ۸۷۱ھ۔مطبع توفیق دمشق ۱۳۴۷ھ۔اس کتاب میں حافظ صاحب کا تذکرہ سب سے زیادہ تفصیل سے ہے۔ابن فہد حافظ صاحب کے شاگرد بھی تھے۔

ب۔الضوء اللامع لاہل القرن التاسع۔حافظ ابوالخیر شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی، م ۹۰۲ھ۔مصر ۱۳۵۴ھ۔سخاوی حافظ صاحب کے تلمیذ خاص ہیں۔

ج۔التبر المسبوک فی ذیل السلوک۔یہ بھی سخاوی ہی کی تصنیف ہے۔یہ کتاب ۱۸۹۶ء میں مصر کے مطبع بولاق میں چھپی تھی، فتح الباری کا جو نسخہ اسی مطبع میں ۱۳۰۰ھ میں طبع ہوا ہے، اس کی ابتدا میں بھی التبر المسبوک سے حافظ صاحب کا پورا ترجمہ منقول ہے، اور اس وقت وہی ہمارے پیش نظر ہے۔

د۔ذیل طبقات الحفاظ۔حافظ جلال الدین سیوطیم ۹۱۱ھ۔توفیق دمشق ۱۳۴۷ھ۔

ہ۔کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون۔ملا کاتب چلپیم ۱۰۶۷ھ۔استنبول، ۱۳۶۰ھ

و۔شذرات الذہب فی اخبار من ذہب۔مورخ عبدالحیٔ بن العماد حنبلیم ۱۰۸۹ھ۔مصر ۱۳۵۱ھ

ز۔اتحاف النبلاء المتقین باحیاء ماثر الفقہاء و المحدثین۔نواب حسن خاں قنوجی، م ۱۳۰۷ھ۔مطبع نظامی ۱۲۸۸ھ

ح۔تذہیب التاج اللجینی فی ترجمہ البدر العینی۔محدث ناقد شیخ محمد زاہد کوثری، م ۱۳۷۱ھ۔یہ کتاب ہماری نظر سے نہیں گزری مگر اس کا خلاصہ جو ''عمدۃ القاری فی شرح البخاری'' مطبوعہ مطبع منیر یہ مصر، کے اول ہیں ترجمہ صاحب عمدۃ القادری کے نام سے شائع ہوا ہے، وہ اس وقت ہمارے پیش نظر ہے۔

ط۔التعلیق علی الذیول۔یہ علامہ کوثری کے وہ حواشی ہیں جو انہوں نے ابن فہد اور سیوطی کے ذیل پر لکھے ہیں اور ان ہی کے ساتھ طبع ہوئے ہیں۔

۲۔ الضوء اللامع اور شذرات میں ۲۲ شعبان مذکور ہے اور لحظ الالحاظ اور اتحاف النبلاء میں ۲۳ شعبان لکھا ہے۔

۳۔ سابق میں گزر چکا کہ حافظ صاحب کا لقب شہاب الدین ہے۔

۴۔ فیض الباری: ج ۱، ص ۱۷۰

۵۔ الدرر الکامنہ: ج ۲، ص ۶۰

۶۔ الدرر الکامنہ: ج ۲، ص ۲۸۸

۷۔ باب القنطرہ قاہرہ کا مشہور دروازہ ہے۔

۸۔ یہ وہ مقام تھا جہاں نمازِ جنازہ ادا کی جاتی تھی۔

۹۔ اس کے لئے حافظ صاحب کی حسب ذیل کتابوں کے مقدمات ملاحظہ ہوں:
تہذیب التہذیب۔ تلخیص الجیرہ۔ الدرایہ۔ الکاف الشاف

جدید اضافوں کے ساتھ نیا ایڈیشن شائع ہوگیا ہے

نصابی اور تدریسی ضرورتوں کے لئے انتہائی مفید

اسلامی بنکاری۔ ایک تعارف

ڈاکٹر محمود احمد غازی

ترتیب: سید عزیز الرحمٰن

صفحات ۲۲۴ قیمت: ۱۸۰

زوار اکیڈمی پبلی کیشنز

اے۔۴/۱۷/۱، ناظم آباد نمبر ۴، کراچی۔ فون: 021-36684790
E-mail: info@rahet.org
www.rahet.org

ڈاکٹر حافظ منیر احمد خاں
صدر شعبہ اسلامی ثقافت وتقابل ادیان۔ سندھ یونیورسٹی حیدر آباد

اردو شاعری میں احادیث کی تلمیحات

﴿۲﴾

امیر احمد امیر مینائی (م ۱۳۱۸/۱۹۰۰ء)

۱۔ قمر کو کس طرح کرتی نہ وہ انگشت دو ٹکڑے
انھیں دو نقطۂ زیریں کا طالب لفظ تھا ید کا

عن انسؓ قال سال اھل مکۃ ان یراھم ایۃ فاراھم انشقاق القمر (۱)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں جب بارگاہِ نبوت میں اہلِ مکہ نے کوئی نشانی دکھانے کا مطالبہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کے ٹکڑے کر کے دکھائے۔

۲۔ شبِ معراج کیا اس مقتدا نے مرتبہ پایا
خدا مشتاق شہرہ قدسیوں میں آمد آمد کا

معراج کی حدیث میں آتا ہے۔

عن انس رضی اللّٰہ عنہ ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم حد ثھم عن لیلۃ اسری بہ قال بینما انا فی الحطیم ور بما قال فی الحجر مضطجعا اذا اتانی أت فشق مابین ھذہٖ الی ھذہٖ یعنی من ثغرۃ نحرہ الی شعرتہ فاستخرج قلبی ثم اتیت بطشت من ذھب مملوء ایمانا فغسل قلبی ثم حشی ثم اعید وافی روایۃ ثم غسل البطن بماء زمزم ثم ملیٔ ایمانا

و حکمة ثم أتیت بدابة دون البغل فوق الحمار ابیض یقال له البراق بضع خطوه عندا قصی طرفة فحملت علیه فانطلق بی جبرئیل حتی انی الی السماء الدنیا فاستفتح قیل من هذا قال جبرئیل اناقیل ومن معك قال محمد قیل و قدارسل الیه قال نعم قیل مرحبا به فنعم المجی الخ (۲)

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات کا حال بیان فرمایا جس میں آپ کو آسمان پر لے جایا گیا تھا۔ آپ نے فرمایا میں حطیم یا حجر میں تھا کہ ایک فرشتہ میرے پاس آیا اور آپ نے اشارہ سے فرمایا کہ یہاں سے یہاں تک میرے سینے کو شق کیا یعنی گردن سے لے کر ناف تک پھر میرے دل کو نکالا پھر سونے کا ایک طشت لایا گیا جو ایمان سے بھرا ہوا تھا اور اس میں میرے دل کو دھویا پھر دل میں (خدا کی محبت) بھر دی گئی اور پھر دل کو سینے کے اندر رکھ دیا گیا اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ میرے پیٹ کو دھویا گیا زمزم کے پانی سے۔ اس میں ایمان و حکمت کو بھرا گیا اس کے بعد سواری کا جانور لایا گیا جو خچر سے چھوٹا اور گدھے سے اونچا تھا۔ یہ جانور سفید رنگ کا تھا اور اس کا نام براق تھا اس کا ایک قدم حد نظر تک اٹھتا تھا پھر مجھ کو اس پر سوار کیا گیا۔ جبرائیل مجھ کو لے کر چلے یہاں تک کہ میں آسمان دنیا کے نیچے پہنچا۔ جبرئیلؑ نے دروازہ کھولنے کو کہا۔ پوچھا گیا کون ہے؟ جواب دیا جبرئیلؑ، پوچھا گیا کہ آپ کے ہم راہ کون ہے۔ حضرت جبرئیل نے جواب دیا محمد ﷺ۔ فرشتوں نے پوچھا کیا آپ کو بلوایا گیا ہے۔ جبرئیل نے جواب دیا ہاں! تو فرشتوں نے کہا مرحبا مرحبا خوش آمدید خوش آمدید آپ کا آنا مبارک۔ کتنے اچھے ہیں آنے والے۔

۳۔ اوّل عالم ایجاد ہے یوں خلقت پاک
سورۂ الحمد سے قرآن کا ہے جیسے آغاز

اول ماخلق اللہ نوری (۳)

سب سے پہلے میرا نور اللہ نے پیدا کیا